Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

JOURNAL PROFILE
Noor-e-Tahqeeq is a quarterly, HEC "Y" Category research journal of Lahore Garrison University, publishing peer-reviewed studies in Urdu language and literature since 2017. It provides a credible platform for original research and contemporary criticism.

CONTACT
Dr Muhammad Haroon Qadir
Editor, Noor e Tahqeeq
Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore 0303-3330345

Email
lgunt@lgu.edu.pk

Website
https://ojs.lgu.edu.pk/nooretahqeeq

ISSUE DETAILS
Volume 9, No 03
July to September 2025
Page No: - 65-76

DOI
https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2025.09032381

HISTORY OF THE PAPER
Received on: July 12, 2025
Accepted on: July 30, 2025
Published on: Sept 27, 2025

PUBLISHED BY
Department of Urdu,
Lahore Garrison University
DHA Phase 6, Sector C,
Avenue 4, Lahore

TITLE OF THE PAPER

Sarfraz Baig's Novel Pas-e-Aynah: A Critical Study of Migration and the Issues of Diaspora

سرفراز بیگ کا ناول 'پسِ آئینہ': ہجرت اور تارکینِ وطن کے مسائل کا تنقیدی مطالعہ

AUTHOR (S)

- **Dur e Najaf**
  MPhil Scholar, Department of Urdu,
  Lahore Garrison University, Lahore
- **Waseem Arshad**
  Lecturer, Department of Urdu,
  Lahore Garrison University Lahore

ABSTRUCT

Migration and the problems of diaspora have remained a significant theme in Urdu literature, gaining greater relevance in the contemporary era. Sarfraz Baig's novel Pas-e-Aynah is a remarkable contribution in this regard, as it vividly portrays the anguish of migration, the psychological burden of exile, identity crises, and the social, linguistic, and cultural challenges faced by migrants. The novel reflects on the post-9/11 global scenario, the shifting attitudes toward Muslims in the West, the hardships of refugee camps, and the profound sense of alienation experienced by immigrants. Drawing on his personal experiences and observations, Baig highlights both the positive and negative aspects of migration, making Pas-e-Aynah not merely a fictional narrative but also a socio-cultural document. This study reveals that the novel provides a comprehensive insight into the external struggles and inner conflicts of migrants, positioning Pas-e-Aynah as an important reference point for understanding diasporic consciousness and migration narratives in modern Urdu fiction.

KEY WORDS

Pas-e-Aynah, Migration, Diaspora, Identity Crisis, Alienation, Refugee Camps, Cultural Issues

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

سرفراز بیگ کا ناول 'پسِ آئینہ': ہجرت اور تارکینِ وطن کے مسائل کا تنقیدی مطالعہ

سرفراز بیگ ۲۷ فروری ۱۹۶۸ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک مغل خاندان سے ہے جس کے آبا و اجداد نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہندوستان سے ہجرت کی۔ یہ خاندان سب سے پہلے کشمیر آیا، بعد ازاں اٹک اور حسن ابدال کے راستے راولپنڈی منتقل ہوا، جہاں رفتہ رفتہ ان کے بیشتر افراد مستقل سکونت اختیار کر گئے۔ وہ ایک بڑے اور بھرپور گھرانے میں پرورش پانے والے فرد ہیں اور نو بہن بھائیوں میں چھٹے نمبر پر ہیں۔ ان کے والد، مرزا سلطان بیگ، ابتدائی طور پر محکمہ ریلوے سے وابستہ رہے اور بعد ازاں اسٹیٹ لائف انشورنس میں ملازمت اختیار کی۔ وہ تقریباً دس برس دبئی میں مقیم رہے اور ۲۰۰۵ء میں وفات پا گئے۔ سرفراز بیگ اپنے والد کو نہایت روشن خیال، ذہین اور وسیع النظر شخصیت قرار دیتے ہیں اور ایک انٹرویو میں انہیں اپنی زندگی کا "مشعلِ راہ" کہا ہے اور ایک انٹرویو میں کہا:

> "والد صاحب پہلے ریلوے میں تھے پھر اسٹیٹ لائف انشورنس میں آ گئے۔ دس سال دبئی میں گزارے۔ ۲۰۰۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ میرے لیے مشعلِ راہ تھے، بہت ذہین اور کھلے دماغ کے انسان تھے۔" (۱)

سرفراز بیگ کی ایک بڑی بہن وفات پا چکی ہیں، جبکہ باقی تمام بہن بھائی شادی شدہ ہیں اور اپنی اپنی ذاتی زندگی میں مصروف ہیں۔ وہ اپنی والدہ کو بھی نہایت عقیدت و احترام سے یاد کرتے ہیں، جنہیں وہ سادہ، نیک دل اور خدا ترس خاتون قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے خاندان میں براہِ راست ادبی سرگرمیوں کا ماحول موجود نہیں تھا، تاہم گھریلو فضا میں رسائل کے مطالعے کا رجحان پایا جاتا تھا۔ بڑی بہن اور بھائی اکثر رسائل کا مطالعہ کرتے، جس کے اثر سے سرفراز بیگ نے بھی مطالعے کی عادت اپنائی۔ ان کا بچپن تعلیم و تربیت، بچوں کی دنیا اور نونہال جیسے رسائل پڑھتے ہوئے گزرا۔ یہی مطالعہ آگے چل کر اُن کے اندر تخلیق کا ذوق پیدا کرنے کا باعث بنا۔ وقت کے ساتھ ساتھ انہوں نے افسانے، ناول اور شاعری پڑھنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ ادب کی طرف سنجیدہ رجحان اختیار کیا۔ اپنی ادبی زندگی کے ابتدائی سفر کے بارے میں ایک انٹرویو میں وہ کہتے ہیں:

> "بچپن میں ہی کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ تین رسالے بہت اہم ہیں؛ ایک تو ہمارے گھر پابندی سے آیا کرتا تھا نونہال، پھر ایک دوست تعلیم و تربیت پڑھا کرتا تھا، ہم دونوں آپس میں بانٹ کر پڑھ لیا کرتے تھے۔ بچوں کی دنیا بھی پڑھتے تھے۔ بڑوں کے ڈائجسٹ پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسکول انگلش میڈیم تھا، لیکن محلے کا اسکول اس کے برعکس تھا۔ بچپن میں چارلس ڈکنز نے متاثر کیا جو آج بھی پسندیدہ ناول نگار ہیں۔ کہانیاں لکھنے کا شوق تو تھا مگر معلوم نہیں تھا کہ کس طرح لکھتے

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں عملی طور پر لکھنا شروع کیا۔ ابتدا شاعری سے کی، پھر افسانے لکھے اور آخر کار یہ احساس ہوا کہ میرا اصل میدان ناول ہے۔ "(۲)

سرفراز بیگ نے اپنی ابتدائی تعلیم پانچ برس کی عمر میں راولپنڈی کے کینٹ پبلک اسکول سے شروع کی، جہاں وہ تقریباً دس برس تک زیرِ تعلیم رہے اور میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں اسی ادارے کا نام تبدیل ہو کر ایف جی پبلک سیکنڈری اسکول رکھ دیا گیا۔ ایف ایس سی انہوں نے پی اے ایف کالج، چکلالہ ایئر بیس سے مکمل کی، جس کے بعد بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ گریجویشن کے بعد وہ ملازمت کے متلاشی رہے لیکن فوری طور پر کسی ادارے میں جگہ نہ مل سکی۔ اسی دوران مشورے پر انہوں نے فرانسیسی زبان سیکھنے کا فیصلہ کیا اور اسلام آباد کے الیانس فرانسے (Alliance Française) سے فرانسیسی زبان و ادب میں ایک سالہ ڈپلومہ مکمل کیا، جس نے انہیں فرانسیسی زبان پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیت عطا کی۔

ڈپلومہ کی تکمیل کے بعد انہوں نے ایک ٹریول کمپنی میں ملازمت کے لیے درخواست دی اور فری لانس بنیادوں پر فرانسیسی اور انگریزی بولنے والے گائیڈ کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں وہ معروف ٹریول کمپنی ٹریول والجز سے وابستہ ہوئے، جہاں بطور ٹورسٹ گائیڈ انہوں نے شمالی پاکستان سمیت مختلف خطوں کے مطالعاتی و سیاحتی سفر کیے اور غیر ملکی سیاحوں کے ہمراہ ملک کے مختلف حصے دیکھنے کا موقع پایا۔ یہ سلسلہ تین تا چار برس جاری رہا۔ اسی دوران انہوں نے نجی طور پر انگریزی ادب میں ماسٹرز کی ڈگری بھی مکمل کی۔ اپنے اس تجربے کے حوالے سے سرفراز بیگ ایک انٹرویو میں یوں بیان کرتے ہیں:

> "پاکستان کی مشہور ٹریول کمپنی ٹریول والجز میں فرنچ اور انگلش سپیکنگ گائیڈ کی ملازمت سے وابستہ تھا۔ گائیڈ کے طور پر پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں جاتا تھا جو کہ نوکری کا حصہ تھا۔ اپنے ساتھ سیاحوں کو لے کر راولپنڈی سے ٹیکسلا، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بے شام، چلاس، گلگت، ہنزہ، سکردو، چترال اور پشاور جایا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بے شمار جگہوں پر جانا پڑتا۔ چلاس کے قریب راک کارونگ یعنی ہائیر و گلیپس بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اپنے پیشے کی وجہ سے میں نے سدھارتا اور گوتم بدھ کے مختلف مجسمے دیکھے اور ان کے متعلق جاننے کے لیے چند جاتکائیں بھی پڑھیں۔ ان کے مطالعے سے ہندوازم، بدھ ازم، جین مت، گندھارا آرٹ، دواراوتی آرٹ اور پالی آرٹ کو پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ "(۳)

سرفراز بیگ کی تخلیقی زندگی کا آغاز مطالعے کی شدید دلچسپی سے ہوا۔ ابتدا میں انہوں نے افسانوں کا مطالعہ کیا جنہوں نے ان پر گہرا اثر ڈالا۔ افسانے پڑھنے کے بعد ان کی توجہ شاعری کی طرف مبذول ہوئی، لیکن بالآخر ناول نگاری وہ صنف ثابت ہوئی جس نے انہیں سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کیا۔ رفتہ رفتہ ان کی ادبی سرگرمیوں کا مرکز ناول بن گیا۔ مطالعے کے ابتدائی مراحل میں انہوں نے

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی اور واجدہ تبسم جیسے اہم افسانہ نگاروں کا مطالعہ کیا۔ اگرچہ واجدہ تبسم کی تخلیقات نے ان پر زیادہ اثر نہ ڈالا، تاہم منٹو اور عصمت چغتائی کی حقیقت نگاری اور سماجی بیانیے نے ان کی سوچ کو گہرائی اور وسعت عطا کی۔ ناول نگاری کی طرف رجحان بڑھنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے نہ صرف اردو بلکہ انگریزی، فرانسیسی اور دیگر زبانوں سے تراجم شدہ ناولوں کا بھی مطالعہ کیا۔ ان کے نزدیک مطالعہ محض تخلیقی لذت کا ذریعہ نہیں بلکہ مختلف خطوں اور ثقافتوں کے ادبی رجحانات کو سمجھنے کا ایک موثر وسیلہ تھا۔ یہی تجسس انہیں نئے موضوعات پڑھنے اور ان پر غور کرنے پر آمادہ کرتا رہا۔

ان کے نزدیک ہجرت کے تجربے میں مثبت اور منفی دونوں پہلو موجود ہیں، جنہیں وہ اپنے ناولوں میں باریک بینی سے اجاگر کرتے ہیں۔ ان کے مطابق ہجرت کا سب سے نمایاں مثبت پہلو معاشی استحکام ہے، کیونکہ بیرونِ ملک روزگار کے بہتر مواقع فراہم ہوتے ہیں اور مالی حالات میں بہتری آتی ہے۔ تاہم یہ استحکام اپنی بھاری قیمت کے ساتھ آتا ہے، جو اپنی تہذیب، اقدار اور معاشرتی رشتوں کے کھو جانے کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اگرچہ یورپ میں بسنے والے لوگ سماجی ذمہ داریوں کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، لیکن سرفراز بیگ کے نزدیک وطن سے بچھڑنے کا کرب اور اجنبیت کا احساس کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

انھوں نے تارکینِ وطن کو سب سے پہلا مسئلہ زبان کے حوالے سے درپیش ہوتا ہے۔ اکثر پاکستانی یہ سوچ کر یورپی ممالک کا رخ کرتے ہیں کہ وہاں صرف انگریزی زبان بولی جاتی ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ہر ملک کی اپنی زبان ہے جیسے اٹلی میں اطالوی اور فرانس میں فرانسیسی۔ ایک نئی زبان سیکھنے میں طویل وقت درکار ہوتا ہے اور یہ مرحلہ نہایت کٹھن ثابت ہوتا ہے۔ زبان کے بعد دوسرا بڑا مسئلہ رہائش کا ہوتا ہے۔ ایجنٹ اکثر جھوٹ اور دھوکے سے تارکینِ وطن کو لوٹ لیتے ہیں اور انہیں رہنے کے لیے جگہ یا ملازمت دلوانے کے نام پر مالی استحصال کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایسے میں نووارد افراد کو مقامی لوگوں کی منت سماجت کرنی پڑتی ہے۔ یورپ میں صرف انہی افراد کو روزگار حاصل کرنے میں نسبتاً آسانی رہتی ہے جو ہنر رکھتے ہیں، جیسے پلمبنگ، ٹائلز لگانے یا تعمیراتی کام۔ جب تک قانونی کاغذات (پیپرز) نہ ہوں، بہتر نوکری حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

سرفراز بیگ نے اپنے پہلے ناول سائیں انٹرنیٹ میں ہجرت کے باعث پیدا ہونے والے مسائل کو بطورِ خاص اجاگر کیا ہے۔ اس ناول میں وہ اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ ہجرت فرد کی شناخت پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ پاکستان میں جو لوگ ایک خاص سماجی مرتبہ اور پہچان رکھتے ہیں، وہ یورپ پہنچ کر اس شناخت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بعض افراد بہتر معاشی مواقع کے ذریعے سماجی مقام حاصل کر لیتے ہیں، لیکن کئی اپنی ذات اور شخصیت کی نفی کے کرب سے گزرتے ہیں۔ مصنف کے نزدیک جب کوئی شخص اپنے ملک سے ہجرت کرتا ہے تو گویا وہ اسی دن اپنی بنیادی شناخت سے محروم ہو جاتا ہے، اور یورپی معاشروں میں اس شناخت کو دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے پوری زندگی درکار ہو سکتی ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

دلچسپ امر یہ ہے کہ سرفراز بیگ یورپی معاشروں کو نسلی یا لسانی بنیادوں پر زیادہ امتیازی نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں یورپ میں رنگ و نسل یا مسلک کی بنیاد پر تفریق نسبتاً کم ہے، جب کہ پاکستان میں ذات پات، مسلکی اختلافات اور سماجی درجہ بندی زیادہ نمایاں ہیں۔ ان کے نزدیک بیرونِ ملک جانے والا ہر پاکستانی اپنے وطن کا نمائندہ ہوتا ہے، لیکن اس نمائندگی کے سفر میں سب سے بڑا چیلنج اپنی کھوئی ہوئی شناخت کو دوبارہ قائم کرنا ہے۔

لندن کے بعد جب اٹلی میں مائیگریشن کے مواقع میسر آئے تو سرفراز بیگ نے وہاں قدم رکھا۔ ابتدا کے حالات نہایت کٹھن تھے؛ انہیں ٹرک لوڈنگ اور کھیتی باڑی جیسے محنت طلب کام کرنے پڑے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ بچپن میں کھیتی باڑی کے ذکر پر وہ یہ سوچا کرتے تھے کہ آیا کبھی یہ کام خود بھی کر سکیں گے یا نہیں، مگر ہجرت کے حالات نے انہیں اس تلخ تجربے سے بھی گزارا۔ ان کے بقول کھیتی باڑی کا عملی تجربہ اٹلی میں مزدوری کے دوران ہوا اور تب احساس ہوا کہ یہ کتنا مشکل اور صبر آزما عمل ہے۔ بعد ازاں انہیں ایک کمپنی میں ملازمت مل گئی، لیکن اس دوران وقتاً فوقتاً ہوٹلوں میں بھی کام کرنا پڑا۔ یوں بارہ سے تیرہ برس اٹلی میں نہایت دشوار حالات میں بسر ہوئے۔

بعد ازاں جب وہ فرانس منتقل ہوئے تو مشکلات میں کمی آنے کے بجائے مزید اضافہ ہو گیا۔ ان کے مطابق زندگی کا سب سے زیادہ کٹھن مرحلہ فرانس میں درپیش ہوا، جہاں وہ ایک کمرے میں مزید چار افراد کے ساتھ رہنے پر مجبور تھے اور رہائش کی حالت نہایت خستہ تھی۔ اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ حالات میں بہتری آنے لگی اور 2016ء کے بعد کچھ سہولتیں میسر آئیں، تاہم ابتدائی برس نہایت صبر آزما ثابت ہوئے۔ فرانس میں آمد کے بعد انہوں نے یہ مشاہدہ بھی کیا کہ یہاں کے لوگ اٹلی کے باشندوں کی نسبت زیادہ مہذب اور باشعور ہیں۔ ادبی سرگرمیاں بھی فرانس میں زیادہ دکھائی دیتی تھیں، اگرچہ ان تقریبات میں شرکا کی تعداد زیادہ نہ ہوتی تھی۔ اس طرح مالی مشکلات کے ساتھ ساتھ ثقافتی جھٹکے بھی ان کے ہجرتی تجربے کا ایک لازمی حصہ بن گئے، جنہوں نے براہِ راست ان کے تخلیقی شعور اور ادبی فکر کو متاثر کیا۔

سرفراز بیگ کے ناولوں کی نمایاں خصوصیت ان کا حقیقت سے گہرا تعلق ہے۔ ان کے کردار زندگی کے قریب تر محسوس ہوتے ہیں کیونکہ وہ عموماً ایسے افراد کو پیش کرتے ہیں جنہیں وہ براہِ راست جانتے یا دیکھتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں مشاہدہ اور ذاتی تجربہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ کرداروں کو پوری سچائی اور دیانت داری کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ قاری کے سامنے ایک حقیقی اور درست تصویر ابھرے۔ ان کے کرداروں میں نیک اور بد، دونوں طرح کے لوگ شامل ہیں، اور ان کا بیانیہ فلمی یا ڈرامائی رنگ سے ہٹ کر خالص حقیقت نگاری پر مبنی ہے۔ ان کے بیشتر ناول ایک مثبت انجام پر ختم ہوتے ہیں تاکہ مایوسی غالب نہ آنے پائے۔ تاہم ان کے پہلے ناول سائیں انٹرنیٹ کا اختتام قدرے تلخ اور مایوس کن ہے، جو ہجرت کے کرب کو زیادہ شدت کے ساتھ نمایاں کرتا ہے۔ اس ناول میں مصنف کے کئی ذاتی مشاہدات شامل ہیں، جب کہ پسِ آئینہ مکمل طور پر فکشن ہے۔ اسی طرح خواہش، خواب، حقیقت میں بھی ان کے ذاتی تجربات اور مشاہدات جھلکتے ہیں۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

سرفراز بیگ کے نزدیک تارکینِ وطن کے تجربات کو ادب میں بیان کرنا نہایت ضروری ہے۔ ان کے خیال میں ناول، شاعری، فنونِ لطیفہ اور فلم سمیت تمام اصنافِ ادب میں ہجرت اور جلاوطنی کے موضوعات کو جگہ ملنی چاہیے، کیونکہ یہ لاکھوں افراد کی عملی زندگی اور ان کے روزمرہ مسائل سے وابستہ ہیں۔ ان کے نزدیک تارکینِ وطن کے بارے میں وہی ادیب زیادہ معتبر ہے جو خود ہجرت کے عمل سے گزرا ہو اور بیرونِ ملک زندگی کے نشیب و فراز کا مشاہدہ کر چکا ہو۔ اسی ضمن میں وہ بعض معروف پاکستانی ادیبوں جیسے مستنصر حسین تارڑ، قدرت اللہ شہاب اور اشفاق احمد کے بیانیے کو نسبتاً کم حقیقت پسند قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق ان ادیبوں نے بیرونی دنیا کے بارے میں ضرور لکھا ہے لیکن چونکہ ان کا قیام محض چند ہفتوں یا مہینوں تک محدود رہا، اس لیے ان کی تحریروں میں ہجرتی زندگی کی گہرائی اور اصل مسائل کی عکاسی نہیں ملتی۔ اس کے برعکس وہ مصنفین جنہوں نے برسوں جلاوطنی کے کرب اور اجنبیت کے تجربات جھیلے ہیں، زیادہ سچائی اور صداقت کے ساتھ تارکینِ وطن کے مسائل اور مشکلات کو بیان کرنے کے قابل ہیں۔

سرفراز بیگ کے نزدیک ہجرت کا مطالعہ صرف معاشی یا سیاسی سطح تک محدود نہیں بلکہ ثقافتی سطح پر بھی نہایت اہم ہے۔ ان کے مطابق جب کوئی شخص غیر ملک میں رہتا ہے تو اسے وہاں کے طرزِ زندگی، خوراک، لباس، تہواروں اور معاشرتی اقدار کو قریب سے دیکھنے اور برتنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ براہِ راست تجربات ہی ایک ادیب کو وہ مواد فراہم کرتے ہیں جو اس کی تحریر کو حقیقت سے قریب تر اور قاری کے لیے زیادہ بامعنی بناتا ہے۔

اردو ادب میں ہجرت اور تارکینِ وطن کے مسائل ہمیشہ سے اہم موضوع رہے ہیں، تاہم عصرِ حاضر میں اس کی معنویت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ عالمی سطح پر نقل مکانی اور جلاوطنی کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے تارکینِ وطن کو نہ صرف سماجی اور معاشی سطح پر متاثر کیا ہے بلکہ ان کی تہذیبی شناخت اور نفسیاتی کیفیات کو بھی گہرے اثرات سے دوچار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید اردو ناول میں ہجرت کا بیانیہ ایک مستقل موضوع کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

سرفراز بیگ ان اردو ناول نگاروں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں جنھوں نے ہجرت کے کرب، تارکینِ وطن کی مشکلات اور اجنبیت کے تجربات کو اپنی تخلیقات کا مرکز بنایا۔ ان کے نزدیک بیرونِ ملک زندگی محض معاشی استحکام کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ایسی آزمائش بھی ہے جو انسان کو اپنی تہذیب، اقدار اور شناخت سے دور کر دیتی ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں ان دوہری کیفیات کو اجاگر کرتے ہیں جو ایک طرف مالی خوشحالی اور استحکام کی صورت میں سامنے آتی ہیں اور دوسری طرف زبان، رہائش، روزگار، قانونی پیچیدگیوں، اور ثقافتی بیگانگی جیسے مسائل کو جنم دیتی ہیں۔ ان کے ناولوں میں تارکینِ وطن کی زندگی کو محض ظاہری یا سطحی انداز میں بیان نہیں کیا گیا بلکہ ان کی داخلی کیفیات، شناختی بحران اور ثقافتی ٹکراؤ کو بھی حقیقت نگاری کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک تارکینِ وطن کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ وہ اپنی زمین اور جڑوں سے کٹ کر ایک نئے ماحول میں اپنی شناخت کو از سرِ نو تعمیر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہی کشمکش ان کے ناولوں کے مرکزی موضوع کے طور پر ابھرتی ہے۔ سرفراز بیگ اپنے ناول پسِ آئینہ کے بارے میں ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

"پسِ آئینہ ناول گیارہ ستمبر کے حوالے سے ہے اور میرا یہ خیال ہے کہ یہ میری بہترین ادبی کاوش ہے۔ اس کو لکھنے کے لیے مجھے بہت زیادہ پڑھنا پڑا اور بے شمار حقائق اکٹھے کرنے پڑے، جس میں مجھے تین سال لگے۔ اس کے بعد میں نے یہ ناول لکھا۔ اس حوالے سے میں ایک فرانسیسی رائٹر کا شکر گزار ہوں جس نے ایک بہترین کتاب لکھی جس کا انگریزی نام ہے :NINE ELEVEN THE BIG LIE۔ کچھ پبلشرز نے کہا کہ آپ اس ناول کا انگریزی ترجمہ کریں تو ہم اسے شائع کریں گے، لیکن تین سو لٹریری ایجنٹس اور پبلشرز نے صرف ایک لفظ "سوری" کہہ کر اسے چھاپنے سے انکار کر دیا۔ اس ناول کو میں نے انگریزی زبان میں اپنے یوٹیوب چینل پر مکمل پڑھا ہے اور اس کی 113 اقساط اپ لوڈ کی ہیں۔ یوٹیوب پر اس کا نام "فرشتہ سرفراز بیگ یوٹیوب" ہے۔ "(۴)

پسِ آئینہ فکری اور فنی سطح پر ایک ہمہ جہت ناول ہے جو معاشرتی، سماجی، سیاسی اور علمی پہلوؤں کو سموئے ہوئے ہے۔ اس ناول کی تخلیق کے پس منظر میں گیارہ ستمبر کے واقعات اور ان کے عالمی اثرات کارفرما ہیں، جنہیں سرفراز بیگ نے محض بیان نہیں کیا بلکہ تحقیق اور مطالعے کے بعد فنی پیرایے میں پیش کیا۔

سرفراز بیگ نے اپنی بنیادی تعلیم پاکستان میں مکمل کی، تاہم ان کی زندگی کا زیادہ تر حصہ یورپی ممالک میں گزرا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ناولوں میں ملکی اور غیر ملکی، معاشی، سماجی، ثقافتی اور نفسیاتی مسائل نہایت حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ ان کا ناول پسِ آئینہ ایک بے مثل ادبی کاوش ہے جس میں انھوں نے بالخصوص اٹلی، فرانس اور دیگر یورپی ممالک میں مقیم پاکستانیوں کی مشکلات، طرزِ زندگی اور روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو موضوع بنایا ہے۔ اس ناول میں جہاں ایک طرف یورپی ممالک کی سیاست، تہذیب و تمدن، تاریخ اور عوام کی نفسیات کو بیان کیا گیا ہے، وہیں دوسری طرف نائن الیون کے بعد مسلمانوں کو درپیش شناختی بحران کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔ سرفراز بیگ نے اس تناظر میں امریکہ کی پالیسیوں، عالمی سطح پر جاری خانہ جنگیوں اور طاقت کے حصول کی دوڑ پر تنقید کی ہے۔ ان کے نزدیک طاقت اور اقتدار کی ہوس انسانی فطرت کا مستقل حصہ ہے، اور اسی ہوس نے عالمی سطح پر سیاسی عدم استحکام کو جنم دیا ہے۔ پسِ آئینہ میں مصنف نے دہشت گردی کے حوالے سے تاریخ کے کئی المناک واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ ان میں نائن الیون کے ساتھ ساتھ ناگاساکی و ہیروشیما پر ایٹمی حملے، سوانا اولا، ٹیمپلر نائٹس اور مشرقی بنگال جیسے واقعات شامل ہیں۔ اس طرح یہ ناول محض ایک تخلیقی تحریر نہیں بلکہ تاریخی، تہذیبی اور سیاسی بیانیے کا بھی احاطہ کرتا ہے۔

یہ ناول بیس ابواب پر مشتمل ہے، تاہم مصنف نے ابواب کے نام نہیں دیے۔ اس میں تہذیبی، سماجی، ثقافتی، مذہبی اور سیاسی عناصر کو نہایت باریک بینی سے پیش کیا گیا ہے۔ سرفراز بیگ نے نہ صرف پاکستان کی داخلی صورتِ حال کو موضوع بنایا بلکہ یورپی سیاست اور

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اس کے پیچیدہ حقائق کو بھی اپنی تحریر میں جگہ دی۔ بالخصوص یورپ میں مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ، سیاسی پناہ کے لیے آنے والے افراد کی مشکلات، مہاجر کیمپسوں کی کٹھن زندگی اور وہاں پیش آنے والے تلخ تجربات کو حقیقت نگاری سے بیان کیا۔

اس ناول کی کہانی تین مرکزی اور کئی ذیلی کرداروں پر مشتمل ہے، لیکن "فرشتہ" کا کردار اس کا محور ہے۔ فرشتہ کو ایک ایسا پناہ گزین دکھایا گیا ہے جو تین سے چار زبانوں پر عبور رکھتا ہے۔ وہ جس جگہ جاتا ہے وہاں کے لوگوں سے ملتا جلتا ہے، ان کے رہن سہن، زبان اور کھانوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کا ذکر بھی اپنی گفتگو میں کرتا ہے۔ اس کردار کے ذریعے زبان کو ایک علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو ہجرت کے بعد شناخت اور مواصلات کا بنیادی مسئلہ بن جاتی ہے۔

سرفراز بیگ کے ناول پسِ آئینہ میں سیاسی سطح پر سب سے اہم حوالہ نائن الیون کا واقعہ ہے، جس نے دنیا بھر میں خصوصاً مسلمانوں کی شناخت اور ان کے ساتھ برتاؤ کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ ناول نگار نے بڑی باریک بینی سے اس ماحول کی عکاسی کی ہے جس میں ہر غیر ملکی شخص، خواہ وہ اطالوی ہو، افریقی، جرمن یا روسی، ایک پاکستانی سے ملتے ہی سب سے پہلے یہی سوال کرتا تھا: "بن لادن کہاں ہے؟" یا "مشرف کی کیا پوزیشن ہے؟"۔ یہ رویہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے تکلیف دہ تھا بلکہ ایک محبِ وطن پاکستانی ہونے کے ناطے سرفراز بیگ کے لیے بھی شدید اذیت کا باعث بنتا تھا۔

ان کے نزدیک دہشت گردی کا تعلق کسی مذہب سے نہیں بلکہ اقتدار اور سیاست کی ہوس سے ہے۔ وہ اس رویے کو ترک کرتے ہوئے قاری کو یہ باور کراتے ہیں کہ مسلمانوں کو دہشت گردی سے جوڑنا ایک غیر منصفانہ رویہ ہے۔ ان کا موقف ہے کہ مذہب کو دہشت گردی سے وابستہ کرنے کے بجائے عالمی سیاست کے طاقت کے کھیل پر نظر ڈالنی چاہیے۔

سرفراز بیگ اس موقع پر اپنے وطن سے محبت کا بھرپور اظہار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا پاکستان کو صرف دہشت گردی یا عسکری سیاست کے تناظر میں نہ پہچانے بلکہ اس کی تہذیبی، جغرافیائی اور قدرتی عظمت کو بھی تسلیم کرے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "کاش مشرف یا بن لادن کے حوالے سے پاکستان کو جاننے والے یہ بھی جان سکتے کہ پاکستان میں دنیا کے بلند ترین پہاڑ ہیں، ہمارے ہاں دنیا کی خوبصورت جھیلیں ہیں، دنیا کے بڑے گلیشیئرز میں سے ایک پاکستان میں بھی ہے، دنیا کی دوسری اونچی چوٹی پاکستان میں ہے، دنیا کے دس طویل ترین دریاؤں میں سے ایک دریائے سندھ پاکستان میں ہے جس کی لمبائی ایک ہزار آٹھ سو کلومیٹر ہے۔ دنیا کا سب سے اونچا پولو گراؤنڈ بھی پاکستان میں ہے۔ پاکستان دو قدیم ترین تہذیبوں، وادیِ سندھ اور گندھارا کا وارث ہے۔ یہ وہ پہلو ہیں جن پر بات نہیں کی جاتی، حالانکہ میں جب گائیڈنگ کرتا تھا تو ان دنوں پاکستان میں سب سے زیادہ رفاہی ادارے سوئس تھے۔"(۵)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

ان کے ناول پسِ آئینہ کو محض ایک تخلیقی تحریر کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ یہ پاکستانی اور غیر ملکی سماج اور کلچر کی تفصیلی عکاسی بھی کرتا ہے۔ یہ ناول معاشرتی اور سماجی سطح پر ایک ایسا آئینہ ہے جس میں قاری اپنے ہی سماج کی جھلک بھی دیکھتا ہے اور غیر ملکی معاشروں کے رویوں اور اقدار کو بھی محسوس کرتا ہے۔ مصنف نے اپنے وطن پاکستان اور یورپی ممالک کے سماجی پس منظر کے حوالے سے ایک واضح اور دوٹوک نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ ان کی تحریر میں ہر معاشرتی عنصر کو نہایت باریک بینی سے پرکھا گیا ہے۔ جب وہ پاکستان کے حالات بیان کرتے ہیں تو وہ ایک عام پاکستانی شہری کے مسائل، اداروں کے کردار اور معاشرتی تضادات کو براہِ راست پیش کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ یورپی معاشرت کی عکاسی کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ برسوں سے اس ماحول کا حصہ رہے ہوں اور اس کے ہر پہلو کو اندر سے جانتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نقطہ نظر سطحی نہیں بلکہ گہری بصیرت پر مبنی ہے۔ پاکستان میں اپنے قیام کے حوالے سے سرفراز بیگ نے ان اداروں کا ذکر کیا ہے جو ریاست کی شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن جن کے بارے میں عام شہری کو براہِ راست علم نہیں ہوتا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”ایسے احساس اداروں کے بارے میں، جو ملک کی شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں، بھی جاننے کا موقع ملا۔ عسکری اداروں کی بابت ایسے ایسے حقائق میرے علم میں آئے کہ میں حیران رہ گیا۔ میں پانچ ہزار ماہوار کی نوکری کرتا مگر میرے کئی کام بنا سفارش کے ہی ہو جاتے تھے۔ پاکستانی پولیس جس سے ہر شریف آدمی ڈرتا ہے، میں ان سے چائے پیتا تھا اور کبھی کبھی تحفے کی صورت میں تھوڑی رقم بھی مل جاتی تھی۔ مجھے ایسا لگتا جیسے میں صحافی کم اور بلیک میلر زیادہ ہوں۔ آمدن معقول اور شریفانہ نہیں تھی لیکن گزارا ہو جاتا تھا۔ صحافت کی دنیا میں قدم رکھتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک عام پاکستانی اور سیاسی نمائندگان کی اکثریت نہ بجلی کے بحران سے واقف ہے، نہ چینی اور گیس کی عدم دستیابی سے اور نہ ہی آٹے کی قلت سے۔“(۶)

پسِ آئینہ میں سرفراز بیگ نے نہایت باریک بینی سے پاکستان اور یورپی ممالک کے معیارِ زندگی اور طرزِ معاشرت کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کے مطابق پاکستان میں عام فرد اور سیاسی نمائندوں کا طرزِ زندگی تضادات سے بھرپور ہے۔ ایک طرف عام پاکستانی بجلی، آٹے، گیس اور روزگار کی کمی جیسے مسائل میں الجھا رہتا ہے جبکہ دوسری طرف سیاسی اشرافیہ ان مسائل سے بے خبر اور لاتعلق نظر آتی ہے۔ یہی تضاد معاشرتی ناہمواری اور ذہنی خلفشار کو جنم دیتا ہے۔ اس کے برعکس جب وہ یورپ، خصوصاً اٹلی کے معاشرتی ڈھانچے کو بیان کرتے ہیں تو وہاں کا نظام نہایت مختلف دکھائی دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”سارے ذہنی خلفشاروں سے جان چھڑا کر میں اٹلی آ گیا۔ یہاں میں فیکٹری میں پانچ دن اپنا کام کر کے دو دن فارغ سوتا ہوں اور چند اخباروں میں لکھ کر اپنا شوق پورا کر لیتا ہوں۔ اطالوی حکومت میری تنخواہ سے ٹیکس کاٹتی ہے اور اس کے بدلے میں مجھے میڈیکل کی سہولت فراہم کرتی ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

مجھے کسی بھی سرکاری دفتر میں جانے کے لیے کسی سفارش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں اٹلی کا نظام دیکھ کر بڑا حیران ہوا ہوں کہ جو یورپ کا کرپٹ ترین ملک گنا جاتا ہے، یہاں یہ حال ہے تو باقی یورپی ممالک اس سے کہیں زیادہ آگے ہوں گے۔"(۷)

پسِ آئینہ میں سرفراز بیگ نے مہاجرین کے کیمپوں، جنہیں ازیل ہائم کہا جاتا ہے، کی زندگی کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان پناہ گاہوں میں دنیا کے مختلف خطوں سے تعلق رکھنے والے افراد ایک ساتھ رہتے تھے لیکن انہیں قومیت اور زبان کی بنیاد پر علیحدہ گروپوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر افریقہ سے تعلق رکھنے والے سینیگال، مالی اور گنی کے افراد الگ تھے، جب کہ انگولا، کانگو اور نائجیریا کے باشندے ایک دوسرے سے مختلف گروپوں میں شامل تھے۔ اسی طرح مراکش، تیونس اور الجزائر کے افریقی افراد کو عربی گروہ میں رکھا جاتا تھا۔

سرفراز بیگ ان کیمپوں کے حالات کو نہ صرف بیان کرتے ہیں بلکہ مختلف قوموں اور ان کے رویوں کا تقابلی مطالعہ بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ خاص طور پر پاکستانیوں کا حوالہ دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ قاری کو یہ اندازہ ہو کہ مختلف ثقافتوں کے درمیان پاکستانی اپنی شناخت کس طرح برقرار رکھتے ہیں۔ ان کا انداز بیان پاکستان کی خوبیاں اجاگر کرتا ہے اور ساتھ ہی غیر ملکی معاشروں کے تضادات اور خوبیوں کو بھی سامنے لاتا ہے۔ اس ضمن میں وہ سوئس اور اطالوی معاشرتی رویوں کا تقابل بھی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"سوئس میں ایک اچھی چیز یہ تھی کہ آپ نے جیسے ہی سڑک پار کرنے کا ارادہ کیا ہے اور قدم زیبرا کراسنگ پہ رکھا تو گاڑیاں دور سے ہی اپنی سپیڈ آہستہ کر لیتی ہیں۔ جب کہ اٹلی میں جب آپ زیبرا کراسنگ کے اوپر پیر رکھتے ہیں تو آنے والی گاڑیوں کے ڈرائیور کا یہی دل چاہتا ہے کہ آپ کے دوسرا قدم اٹھانے سے پہلے ہی آپ کے پاس سے گزر چکے ہوں۔ کئی دفعہ تو وہ آپ کے قدموں کے پاس آ کے بریک لگاتے ہیں اور گاڑی کے ٹائروں کی ایک بس رگڑ، چیں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اطالوی لوگوں کا زیبرا کراسنگ پہ گاڑی روکنے کو بالکل دل نہیں چاہتا لیکن وہ گاڑی اس لیے روکنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ لائسنس چھن جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ اگر انہیں یہ ڈر نہ ہو تو پیدل افراد کو کچلنے سے بھی دریغ نہ کریں۔"(۸)

سرفراز بیگ نے اپنے ناول پسِ آئینہ میں مذہب کو نسبتاً کم لیکن نہایت جامع انداز میں موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے ایک مختصر واقعے کے ذریعے اس عام غلطی کی نشاندہی کی جو مسلم معاشروں، بالخصوص پاکستان میں عام ہے۔ ان کے مطابق مسلمان قرآنِ مجید کو عقیدت اور محبت کے ساتھ پڑھتے تو ہیں مگر عربی زبان کے فہم سے محروم رہتے ہیں۔ یہ صورتِ حال اس امر کی عکاسی کرتی ہے کہ مذہب سے محبت اپنی جگہ لیکن زبان اور فہم کے فقدان نے دین کے حقیقی پیغام تک رسائی کو مشکل بنا دیا ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

ناول نگار نے اس فرق کو بھی نمایاں کیا ہے کہ مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کا طرزِ زندگی پاکستانی مسلمانوں سے نہ صرف مختلف ہے بلکہ بعض پہلوؤں میں دوسرے مسلم ممالک کے عوام سے بھی جداگانہ ہے۔ وہاں کے مسلمان اپنے رہن سہن، خوراک اور ثقافتی میلانات میں ایک نئی طرز کی زندگی اختیار کرتے ہیں، جو ہجرت کے تجربے اور اجنبیت کے ماحول کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار ''فرشتہ'' ہے، جس کے گرد پوری کہانی کا تانا بانا بُنا گیا ہے۔ اس کردار کا نام اس کے دادا نے رکھا تھا، جو تاریخ اور ادب سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ابو القاسم فرشتہ کی تاریخی حوالہ جات سے متاثر ہو کر انھوں نے اپنے پوتے کو یہ نام دیا۔ فرشتہ نے بچپن کا زیادہ تر وقت اپنے دادا کی صحبت میں گزارا اور اسی تربیت نے اسے تاریخ، فنونِ لطیفہ، آثارِ قدیمہ، شاعری اور ادب سے لگاؤ پیدا کرنے میں مدد دی۔

پسِ آئینہ کی کہانی سوئٹزرلینڈ، اٹلی اور دیگر یورپی ممالک میں مقیم پاکستانیوں کی زندگی کے گرد گھومتی ہے۔ اس میں نہ صرف ان کی مشکلات اور محرومیاں بیان کی گئی ہیں بلکہ ان کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ یوں یہ ناول ہجرت کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو قاری کے سامنے لاتا ہے اور یہ باور کراتا ہے کہ ہجرت صرف خواب اور امکانات نہیں بلکہ مشکلات، تضادات اور نفسیاتی کشمکش کا دوسرا نام بھی ہے۔

سرفراز بیگ کا ناول پسِ آئینہ اردو ادبیات میں ہجرتی شعور اور تارکینِ وطن کے مسائل کی عکاسی کے اعتبار سے ایک معتبر اور ہمہ جہت متن کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ متن صرف خارجی مسائل—زبان، رہائش، روزگار اور قانونی پیچیدگیوں—کا بیانیہ نہیں، بلکہ داخلی انتشار، شناختی بحران اور ثقافتی بیگانگی کی تہہ در تہہ کیفیات کو بھی فنی مہارت سے منکشف کرتا ہے۔ مصنف کی ذاتی ہجرتی زندگی، پیشہ ورانہ مشاہدات اور یورپی معاشروں کے ساتھ براہِ راست تعاطی اس بیانیے کو ''دستاویزی فکشن'' کی استناد عطا کرتے ہیں؛ نتیجتاً ناول فرد اور سماج کے مابین طاقت، شناخت اور نمائندگی کے پیچیدہ رشتوں کو روشن کرتا ہے۔ نائن الیون کے بعد مسلم شناخت کے مسئلے کو جس تناظر میں پیش کیا گیا ہے وہ اس تخلیق کو محض قومی یا علاقائی نہیں، بلکہ عالمی مکالمے کا حصہ بناتا ہے۔ یوں پسِ آئینہ اردو ناول کی اس روایت کو آگے بڑھاتا ہے جس میں حقیقت نگاری، سماجی تنقید اور ثقافتی مطالعہ ایک ہی بیانی سطح پر مربوط ہوتے ہیں، اور قاری کو یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ ہجرت محض جغرافیائی انتقال نہیں، بلکہ وجودی، تہذیبی اور سیاسی سطحوں پر مسلسل از سرِ نو معنی سازی کا عمل ہے۔

اس مطالعے سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ (۱) ہجرت اردو ناول میں صرف پس منظر نہیں، بلکہ مرکزی معنوی ڈھانچہ ہے جس کے گرد شناخت، طاقت اور نمائندگی کی بحثیں استوار ہوتی ہیں؛ (۲) ذاتی تجربہ اور ثقافتی مشاہدہ ہجرتی فکشن کے لیے بنیادی ماخذ ہیں، اور پسِ آئینہ میں یہ دونوں عناصر بیانیہ صداقت کو مضبوط بناتے ہیں؛ (۳) نائن الیون کے بعد کے عالمی سیاسی و میڈیا ڈسکورس نے مسلم تارکینِ وطن کی روزمرہ زندگی، قانونی رسائی اور سماجی قبولیت کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے، جسے ناول نے مؤثر تنقیدی زاویے سے پیش کیا۔ اس تناظر میں سفارش کی جاتی ہے کہ آئندہ تحقیق میں (الف) پسِ آئینہ کا تقابلی مطالعہ جنوبی ایشیا اور عربی / فرانکوفون ہجرتی فکشن کے متون کے ساتھ کیا جائے تاکہ مماثلات و اختلافات واضح ہوں؛ (ب) لسانی رکاوٹ، قانونی حیثیت اور مزدوری بازار کی معیشت پر بین اللسانی / بین الجغرافیائی

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

کیسیز اسٹیڈیز شامل کی جائیں؛ (ج) بیانیہ تکنیک، کردار نگاری اور بین المتونی حوالہ جات کی باقاعدہ اسلوبیاتی تحلیل کی جائے؛ اور (د) اردو ادبیات میں ہجرتی مطالعات کے لیے ایک منظم کورپس تشکیل دے کر کثیر احصائی (quantitative) اور کیفی (qualitative) دونوں طریقوں سے تحقیق کو آگے بڑھایا جائے۔ یہ اقدامات نہ صرف پسِ آئینہ کے فہم کو گہرائی دیں گے بلکہ اردو میں ہجرتی ادب کی تحقیقی روایت کو بھی علمی استحکام عطا کریں گے۔

حوالہ جات

۱۔ سرفراز از راقمہ تاریخ 4 اپریل 2025ء، بذریعہ ٹیلی فون، بوقت: صبح 11 بجے

۲۔ سرفراز از راقمہ تاریخ 4 اپریل 2025ء، بذریعہ ٹیلی فون، بوقت: صبح 10 بجے

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ سرفراز بیگ، پسِ آئینہ، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2013ء، ص 105

۶۔ ایضاً، ص: 17

۷۔ ایضاً، ص: 18

۸۔ ایضاً، ص: 345